خدارسیدگی کے مقام کا حصول

مدرس: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : ((مَنْ یَاْخُذُ عَنِّیْ ھٰٓؤُلَآءِ الْکَلِمَاتِ فَیَعْمَلُ بِھِنَّ اَوْ یُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِھِنَّ؟)) قُلْتُ: اَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَعَدَّ خَمْسًا، فَقَالَ: ((اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰہُ لَکَ تَکُنْ اَغْنَی النَّاسِ، وَاَحْسِنْ اِلٰی جَارِکَ تَکُنْ مُؤْمِنًا، وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُسْلِمًا، وَلَا تُکْثِرِ الضَّحِکَ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الضَّحِکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ)) ☆

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن ہم لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: ''کون ہے جو مجھ سے سیکھ لے یہ چند خاص باتیں، پھر وہ خود ان پر عمل کرے یا دوسرے عمل کرنے والوں کو بتائے؟'' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ تو آپؐ نے (ازراہِ شفقت) میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا اور گن کر یہ پانچ باتیں بتائیں۔ فرمایا: ''جو چیزیں اللہ نے حرام قرار دی ہیں ان سے بچو اور ان سے پورا پورا پرہیز کرو، اگر تم نے ایسا کیا تو تم لوگوں میں بہت بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔ دوسری بات آپؐ نے یہ فرمائی کہ: ''اللہ نے جو تمہاری قسمت میں لکھا ہے اُس پر راضی اور مطمئن ہو جاؤ، اگر ایسا کرو گے تو تم بڑے سیر چشم اور دولت مند ہو جاؤ گے۔ تیسری بات یہ کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر ایسا کرو گے تو تم مؤمن کامل ہو جاؤ گے۔ چوتھی بات یہ کہ جو تم اپنے لیے چاہتے اور پسند کرتے ہو، وہی دوسرے لوگوں کے لیے بھی چاہو اور پسند کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو حقیقی مسلم اور پورے مسلمان ہو جاؤ گے۔ اور پانچویں بات یہ ہے کہ زیادہ مت ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مُردہ کر دیتا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ سب سے بڑے معلم اخلاق تھے۔ آپؐ نے انسانیت کو اچھے اخلاق اپنانے اور بری عادات چھوڑنے کی تعلیم دی ہے۔ آپ ﷺ کے اوّلین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جنہوں نے آپؐ سے دین سیکھا اور بلاکم و کاست اسے بعد والوں تک پہنچایا۔ ایک محفل جس میں دوسرے اصحاب کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، آپؐ نے چند مفید باتیں بتائیں، لیکن اُن کا آغاز اس طرح کیا کہ کچھ

☆ سنن الترمذی، ابواب الزھد، باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس۔ ومسند احمد: ۸۰۳۴۔

باتیں ہیں‘ تم میں سے کون ہے جو وہ مجھ سے سیکھے گا؟ ظاہر ہے گفتگو کا یہ حکیمانہ انداز آپؐ نے اس لیے اختیا
کیا تاکہ سب لوگ متوجہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ سیکھنے والا خود اُن پر عمل کرے
دوسروں کو وہ اخلاقی خوبیاں سکھائے۔ یا کا لفظ بھی یہاں قابل غور ہے کہ سننے والے کے لیے ضروری ہے ک
وہ ان اچھے اعمال کو اختیار کرے لیکن اگر وہ پورے طور پر اُن پر عمل نہ کر سکے تو دوسروں کو تو تلقین کرے تا ک
وہ ان اچھی باتوں پر عمل کر کے نیکیاں کما سکیں۔ آپؐ کے استفسار پر محفل میں حاضر ہر شخص کی تمنا ہوگی کہ و
رسول اللہ ﷺ کو لبیک کہے‘ مگر ابو ہریرہؓ سب سے پہلے بول اٹھے کہ حضور! میں آپؐ سے وہ کلمات سیکھنا چاہ
ہوں۔ اس پر آپؐ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک ایک کر کے پانچ باتیں گنوائیں۔ انداز
کیجیے راوی کے فضل و شرف کا جس کا ہاتھ محبوبِ خدا نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ وہ ہاتھ ہے جس میں پکڑ
ہوئی کنکریوں نے کلمۂ شہادت پکار کر آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دی اور اسی ہاتھ کی انگلی کے اشار
سے چاند دو ٹکڑے ہوا۔ صحابہ ؓ کی عظمت ملاحظہ ہو کہ حضور ﷺ کا پر نور اور مقدس چہرہ ہر وقت دیدار ک
لیے ان کے درمیان موجود تھا‘ یہی وجہ ہے کہ غیر صحابی کسی طور بھی صحابی کے مقام کو نہیں پا سکتا۔

نبی اکرم ﷺ نے ابو ہریرہ ؓ کا ہاتھ تھام کر جو پانچ کلمات ارشاد فرمائے ان میں پہلا یہ تھا کہ حرا
چیزوں سے دُور رہو‘ تم لوگوں میں سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حکمت پر مبن
ہے‘ جن چیزوں کو اُس نے حرام قرار دیا ہے اُن میں ضرور برائی کا پہلو ہے۔ جو شخص حرام چیزوں اور حرا
کاموں سے بچا رہا وہی متقی ہے اور تقویٰ ہی اخلاقِ مطلوب ہے۔ پس اللہ کی نافرمانیوں سے بچ کر زندگ
گزارنا نفلی عبادات سے افضل ہے۔ بلاشبہ ذکر و اذکار اور نوافل بھی قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں مگر ممنوعات
سے بچنا بھی آسان کام نہیں۔ جب انسان خوفِ خدا کے تحت گناہ کے کاموں سے بچتا ہے تو وہ مرتبے او
مقام میں عبادت گزاروں پر فوقیت پا لیتا ہے۔

دوسری نصیحت آپ ﷺ نے یہ فرمائی کہ اللہ نے جو تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے‘ اس پر راضی او
مطمئن رہو۔ اگر ایسا کرو گے تو سب سے زیادہ سیر چشم اور غنی ہو جاؤ گے۔ زندگی میں ہر شخص جس حالت
میں ہے اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کا وہی فیصلہ ہے‘ پس اگر وہ شکوہ و شکایت نہیں کرتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ ج
حالات مجھ پر وارد ہیں وہ اللہ ہی نے وارد کیے ہیں اور اللہ حکیم و خبیر بھی ہے اور رحمٰن و رحیم بھی ہے‘ بظاہر ب
حالات کچھ اچھے نظر نہیں آتے مگر نتیجے کے اعتبار سے یہ ضرور اچھے ہیں۔ اگر یہ جذبہ انسان میں پیدا ہ
جائے تو وہ راضی برضا کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ دوسروں کو مال و اولاد‘ صحت و عافیت‘ عیش و آرام میر
دیکھ کر نہ اُس کے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے اور نہ وہ محرومیوں کی وجہ سے پریشان ہوتا ہے‘ اسی کیفیت کا نا
غنی النفس ہے۔ ایسا شخص اپنی محرومیوں پر افسوس نہیں کرتا بلکہ میسر نعمتوں پر نظر کر کے اللہ کا شکر ادا کر
ہے۔ جو شخص حیاتِ مستعار میں پریشان نہیں ہوتا اور tension نہیں لیتا واقعی وہ سب سے خوشحال ہے

اور جو آدمی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا‘ اللہ کے دیے ہوئے قلیل رزق پر مطمئن ہے اور دوسروں کے مالِ ودولت کو دیکھ کر اس کا دل نہیں للچاتا‘ دراصل وہی غنی ہے۔ وہ غنی نہیں ہے جو مال ودولت کی کثرت کے باوجود مزید دولت کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے‘ جسے دن کا آرام اور رات کا سکون میسر نہیں‘ وہ کتنا بھی دولت مند ہو‘ غنی نہیں ہے۔

تیسری بات نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمائی کہ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے تو مؤمن ہو جاؤ گے۔ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک اتنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی تلقین کی ہے۔ ہمسائے کے ساتھ ہر وقت کا ملنا ملانا ہوتا ہے۔ ہمسائے کے لیے تکلیف دہ ہونا بہت بڑا گناہ ہے۔ ہمسائے کے ساتھ ہمدردانہ رویہ تو ایمان کی علامت ہے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ اور حضرت ابوشریح ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ)) قِيْلَ :وَمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : ((اَلَّذِيْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَايِقَهُ)) (۱)

’’اللہ کی قسم اس شخص کا ایمان نہیں‘ اللہ کی قسم اس شخص کا ایمان نہیں‘ اللہ کی قسم اس شخص کا ایمان نہیں‘‘۔ جب پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ کون ایسا شخص ہے؟ تو آپ ؐ نے فرمایا: ’’وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور آفتوں سے خوفزدہ ہوں‘‘۔

گویا ہمسائے کے لیے تکلیف دہ ہونا ایمان کے منافی ہے۔ ہمسائے کی خوشی میں شرکت کرنا اور غم اور مصیبت میں اُسے تسلی دینا‘ ضرورت کے وقت اس کی اخلاقی اور مالی امداد کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ اپنے اہل وعیال اور عزیز واقارب کے بعد سب سے بڑا حق پڑوسی ہی کا ہے‘ اُس کے بعد پھر دوسرے لوگوں کا حق ہے۔ حقیقی ایمان اُسی کو نصیب ہے جس کے ہمسائے اس سے ہر قسم کی تکلیف‘ پریشانی اور بدسلوکی سے امن میں ہوں۔ وہ گھر سے باہر ہوں تو وہ ان کی عزت وآبرو اور مال واولاد کی خبرگیری کرتا ہو۔ ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ)) (۲)

’’جبریل پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دے دیں گے‘‘۔

---

(۱) صحیح البخاری‘ کتاب الادب‘ باب اثم من لا یأمن جارہ بوایقہ۔ ومسند احمد:۷۸۱۸ و ۸۲۲۷ و ۱۵۹۳۷۔

(۲) سنن الترمذی‘ ابواب البر والصلة‘ باب ما جاء فی حق الجوار۔ وسنن ابی داؤد‘ کتاب الادب‘ باب فی حق الجوار۔

چوتھی بات آنحضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اگر تم لوگوں کے لیے وہی پسند کرنے لگو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو تو تم مسلم ہو جاؤ گے۔ دینِ اسلام تمام مسلمانوں کو رشتۂ اخوت میں منسلک کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات: ۱۰) ''تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' یہی بات رسول اللہ ﷺ نے فرمائی: ((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ))(۱) ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔'' پس اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی دوسرے مسلمانوں کا خیر خواہ ہو‘ ان کا بھلا چاہے‘ کسی دوسرے مسلمان کے لیے تکلیف اور اذیت کا باعث نہ بنے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ اسے کسی طور نقصان نہ پہنچائیں اور نہ اس کی اذیت کا باعث بنیں۔ پس اسے بھی چاہیے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے لیے مفید ثابت ہو اور مشکل میں ان کے کام آئے۔ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہمیشہ سکھ میں رہتا ہے اور اسے کسی دوسرے مسلمان بھائی کی طرف سے بدخواہی‘ حسد‘ بغض اور بدسلوکی کا خوف نہیں ہوتا۔ اس حدیث کی تائید میں ہی رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ:

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ))(۲)

''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

گویا وہ شخص تو مسلمان کہلوانے کا حق دار ہی نہیں جس سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف اور اذیت پہنچے۔ پس حقیقی مسلمان بننے کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھائی سمجھے اور جن سہولتوں اور آسائشوں کو خود پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لیے پسند کرے اور جن باتوں اور کاموں سے خود بچنا چاہتا ہے ان سے دوسروں کو بھی بچائے اور اگر کوئی مسلمان بھائی مشکل میں پڑ جائے تو اس کی مدد کے لیے اُٹھ کھڑا ہو۔

پانچویں بات آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ زیادہ مت ہنسو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ قہقہے لگانا اور کھلکھلا کر ہنسنا بے خوفی‘ آزاد خیالی اور جہالت کا مظہر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر قہقہہ نہیں لگایا۔ کسی اچھی بات پر آپؐ صرف مسکرا دیتے تھے اور یہی سنت ہے۔ مسلمان تقویٰ شعار ہوتا ہے‘ ہر وقت اُس کے پیش نظر یہ بات رہتی ہے کہ کل کو مجھے اپنے کیے کا حساب دینا ہے اور حساب لینے والے سے نہ میری کوئی حرکت پوشیدہ ہے اور نہ منہ سے نکلا ہوا کوئی بول‘ اور حساب لینے والا علیم وخبیر ہے‘ مختار اور قادر مطلق ہے۔ نہ وہاں کوئی عذر چلے گا نہ بہانہ‘ نہ کوئی حمایتی ہوگا نہ مددگار۔ نہ ماں بیٹے کے کام آسکے گی اور نہ بیٹا ماں کو چھڑا سکے گا۔ سب کو اپنی اپنی فکر ہوگی۔ جس شخص کے سامنے قیامت کا یہ نقشہ ہو وہ کیسے کھل کھلا کر

(۱) صحیح البخاری‘ کتاب المظالم والغصب‘ باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ۔ وصحیح مسلم‘ کتاب البر والصلة والآداب‘ باب تحریم ظلم المسلم وخذله......

(۲) صحیح البخاری‘ کتاب الایمان‘ باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ وصحیح مسلم‘ کتاب الایمان‘ باب بیان تفاضل الاسلام وای امورہ افضل۔

ہنسے گا؟ ظاہر ہے قہقہے وہی شخص لگائے گا جس کے دل و دماغ میں اُخروی محاسبے کا خوف نہ ہوگا‘ وہ دنیا کی خوش حالی‘ دولت کی فراوانی‘ دوست احباب کی کثرت میں بدمست اور دنیا پرست ہوگا۔ یہی وہ شخص ہے جس کا دل مردہ ہے۔ اللہ کے نیک بندے تو ہر وقت فکر مند رہتے ہیں اور اس بات کی تمنا کرتے ہیں کہ اللہ ان کی خطائیں معاف کر دے اور قیامت کے دن وہ رسوائی سے بچ جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے برزخی زندگی کی کیفیت سے باخبر کیا تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا: ”اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم مُردوں کو دفن نہ کر سکو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ قبر کے عذاب میں سے جتنا کچھ میں سن رہا ہوں اس میں سے کچھ تم کو بھی سنا دے‘ اگلے جہان کی زندگی تو مرنے کے بعد فوراً شروع ہو جائے گی“۔(۱) قرآن مجید میں منافقین کو ان کے انجام سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا گیا: ﴿فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ﴾ (التوبۃ:۸۲) ”پس چاہیے کہ یہ تھوڑا ہنسا کریں اور زیادہ رویا کریں“۔ اللہ کا خوف سب سے بڑی حکمت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے اور گڑگڑانے کی توفیق ملی ہو اور وہ **المُستغفرین بالاسحار** میں شامل ہو کر رات کے پچھلے حصے میں خدا کے حضور بہائے گئے آنسوؤں کی قدر و قیمت سے آگاہ ہوا اسے زیادہ ہنسنے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا کہ زیادہ ہنسنے سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں بتائی گئی پانچ باتیں اگر کوئی پلے باندھ لے تو اس کو خدا رسیدگی کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اس کی زندگی کے دن اطمینان اور سکون سے گزریں گے اور موت کے وقت اُس کے چہرے پر مسکراہٹ نمایاں ہوگی۔ بقولِ اقبال ؎

نشانِ مردِ مؤمن با تو گویم — چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست!

---

(۱) صحیح مسلم‘ کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا‘ باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار......

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی دستاویز
ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کی مقبولِ عام تالیف
مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
اشاعت خاص: 30 روپے　　اشاعت عام: 20 روپے